VFAST Transactions on Islamic Research
https://vfast.org/journals/index.php/VTIR@ 2025, ISSN(e): 2309-6519, ISSN(p): 2411-6327
Volume 13, Number 1, January-June 2025 pp:29-39

# Introduction to Syed Amir Ali Malih Abadi and a Review of His Religious and Scholarly Contributions

# صاحب تفسیرسید امیر علی ملیح آبادی کا تعارف اور اس کے دینی اور علمی خدمات کا جائزہ

Safia Khan[1*], Prof. Dr. Ziaullah Al-Azhari [2]
[1]PhD Scholar of Islamic Studies, Qurtaba University of Science Technology, Peshawar
[2]Professor, Qurtaba University of Science Technology, Peshawar

ARTICLE INFO

**Keywords**
Quranic Studies, Tafsir, Islamic Scholar, Religious studies

***Correspondence Author**
safiahadi2020@gmail.com

**DOI:** 2133.vfast-tir.v13i1/21015.10

**Article History**
Received
April 26, 2025
Accepted
May 01, 2025
Published
May 14, 2025

ABSTRACT

This research paper presents a comprehensive introduction to Syed Amir Ali Malih Abadi, a distinguished Islamic scholar and exegete. It highlights his life, intellectual background, and contributions to religious scholarship, particularly in the field of Tafsir (Quranic exegesis). The study examines his major works, analyzes his methodology in interpreting Islamic teachings, and evaluates the impact of his scholarly efforts on contemporary Islamic thought. Through an in-depth review, the paper aims to shed light on the significance of his contributions to religious education and Islamic literature. This research not only acknowledges Syed Amir Ali Malih Abadi's services but also situates his legacy within the broader tradition of Islamic scholarship.

## سید امیر علی آبادی کا تعارف:

دین اسلام نے علم اور اس سے وابستہ افراد کو بڑی قدر ومنزلت بخشیسید امیر علی آبادی کی پیدائش 1274 ہجری (1858 عیسوی) میں بھارت کے صوبہ اتر پردیش کے ایک چھوٹے سے علاقے دھن میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام معظم علی تھا اور آپ اپنے والدین کی سب سے چھوٹی اولاد تھے۔ والدین کی وفات کے بعد آپ کی پرورش آپ کی چچازاد بہن اور بھاوج سیدہ فاطمہ نے کی، جو نہایت نیک، پرہیزگار اور علم دوست خاتون تھیں۔ ان کی تربیت نے آپ کے ذہن کو نکھارا اور آپ کی شخصیت پر گہرا اثر چھوڑا۔[1]

## ابتدائی تعلیم اور شوقِ علم:

سید امیر علی کی ابتدائی تعلیم طلیح آباد کے اردو مدرسے سے ہوئی۔ چونکہ آپ بچپن میں ہی والدین سے محروم ہو گئے تھے[2]، اس لیے آپ کی تعلیم کی تمام ذمہ داری آپ کی چچازاد بہن نے اٹھائی۔ آپ کا ذہن بچپن ہی سے انتہائی تیز اور علم کا شوق رکھنے والا تھا۔ پندرہ سال کی عمر تک آپ نے مختلف علوم جیسے فارسی، ریاضیات، علم المثلث، جبر، اقلیدس اور دیگر کئی موضوعات میں مہارت حاصل کی۔ آپ کا حافظہ بے حد شاندار تھا، اور آپ نے اپنے بچپن میں ہی جنگ آزادی کے قصے سنے تھے، جو ہمیشہ آپ کے ذہن میں محفوظ رہے۔[3]

The Creative Commons Attribution 4.0 International license

## اعلیٰ تعلیم اور تدریس:

آپ نے دہلی کا سفر کیا اور وہاں محدث دہلوی حضرت نذیر حسین سے احادیث کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں، آپ نے حکیم عبدالمجید کی شاگردی اختیار کی اور طب کے علم میں بھی دسترس حاصل کی[4]۔ سید امیر علی کا تعلق حسنی خاندان سے تھا، اور آپ کا شجرہ نسب امام حسن علیہ السلام تک پہنچتا تھا۔ آپ کے خاندان کی علمی شہرت اور دینی حیثیت بہت بلند تھی، اور آپ نے اس وراثت کو اپنے علم و عمل سے مزید بڑھایا۔[5]

## ملازمت اور دینی رجحان:

مالی مشکلات کی وجہ سے سید امیر علی نے اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھنے کے بجائے ملازمت اختیار کی۔ آپ نے ڈھاگ کے محکمے میں ملازمت شروع کی، جہاں آپ نے تھوڑی بہت انگریزی بھی سیکھی تاکہ دفتری ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا جا سکے۔ تاہم، ایک دن نماز کے دوران آپ کی غیر موجودگی پر آپ کو ملازمت سے نکال دیا گیا کیونکہ آپ نے نماز کو ترجیح دی۔ اس واقعے نے آپ کو مزید دین سے جڑنے اور دینی علوم کی جانب راغب کیا۔[6]

## سید امیر علی ملیح آبادی کے علمی اور دینی خدمات :

## علمی خدمات:

مولانا سید امیر علی آبادی نے اسلامی علوم کی بے شمار کتابوں کی تصحیح کی اور ان کا اردو ترجمہ کیا۔ "ہدایہ" کا اردو ترجمہ "عین الہدایہ" اور "صحیح بخاری" کی شرح ان کے اہم کاموں میں شامل ہیں۔ ان کی سب سے بڑی علمی خدمت "تفسیر مواہب الرحمن" تھی، جس نے آپ کے علمی قد کو مزید بلند کیا۔ آپ کا یہ کام آج بھی اسلامی علوم اور ادب میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

## علمی سفر اور تدریسی خدمات:

آپ کا علمی سفر صرف ہندوستان تک محدود نہیں رہا۔ آپ نے مختلف علاقوں میں علمی سفر کیے اور مختلف علما سے استفادہ کیا۔ دہلی پہنچنے کے بعد آپ نے سید نذیر حسین دہلوی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی حکیم عبدالمجید سے طب کا علم بھی حاصل کیا۔ آپ نے مختلف علوم میں گہری مہارت حاصل کی اور اپنی زندگی کو تعلیم و تعلم کے لیے وقف کیا۔[7]

## مطبع نول کشور اور تدریسی خدمات:

لکھنؤ میں مطبع نول کشور کے ساتھ آپ کا تعلق بہت اہم رہا۔ یہاں آپ نے کتابوں کا ترجمہ، تصحیح، اور حواشی کی تحریر جیسے اہم کام کیے۔ آپ کا مطبع نول کشور سے تعلق نہ صرف آپ کے علمی سفر کا ایک حصہ تھا،

بلکہ یہاں آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا۔ آپ نے کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں اور اس کے بعد ندوۃ العلماء لکھنو میں صدر مدرس کے طور پر کام کیا، جہاں آپ نے تین سال تک تدریس کی[8]۔

سید امیر علی کا تعلیمی اور تدریسی سفر لکھنؤ میں جاری رہا، جہاں ان کی ملاقات علم و ادب کے سرپرست اور سماجی حلقوں میں نمایاں شخصیت، منشی نول کشور (۱۸۳۶-۱۸۹۵ء) سے ہوئی۔ یہ تعلق بعد میں انہیں اس کے مطبع سے وابستہ کرنے کا ذریعہ بنا۔ تاریخی شواہد محدود ہونے کے باعث یہ واضح کرنا دشوار ہے کہ ان کا اس مطبع سے پہلا رابطہ کب اور کن حالات میں ہوا۔ سید عبد الحئی نے ان کی زندگی کے بارے میں مختصر معلومات فراہم کی ہیں، جن کے مطابق وہ دہلی میں سید نذیر حسین سے حدیث کی تکمیل کے بعد اپنے وطن لوٹے اور ایک طویل عرصہ مطبع نول کشور میں اسلامی کتب کی تدوین، حواشی نویسی اور تراجم کے فرائض انجام دیے۔[9]

اگر عبدالرزاق ملیح آبادی کے بیان کو بنیاد بنایا جائے اور دہلی سے آپ کی فراغت کا وقت تقریباً 1880ء کے آس پاس تسلیم کیا جائے، تو یہ واضح ہوتا ہے کہ منشی نول کشور اور ان کے مطبع سے آپ کا مستقل تعلق 1880ء کے بعد کسی وقت قائم ہوا ہوگا۔ آپ کے ذاتی بیان کے مطابق، جس میں عاجزی کا عنصر نمایاں ہے، ابتدائی ایام میں آپ کی مالی حالت نہایت دگرگوں تھی، یہاں تک کہ کئی مرتبہ فاقوں تک نوبت پہنچ گئی۔ اس سنگین صورت حال میں، آپ نے منشی نول کشور سے رجوع کیا اور درخواست کی کہ ان کے مطبع میں کوئی کام مل جائے۔ منشی نول کشور نے بے پناہ مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی تردد کے بغیر آپ کو اپنے مطبع میں 50 روپے ماہانہ پر ملازمت دے دی۔

شروع میں، آپ اپنی ذمہ داریاں چھاپہ خانے کی عمارت میں بیٹھ کر انجام دیتے تھے، مگر چونکہ وہاں پہنچنے اور واپس آنے میں کافی وقت لگتا تھا، اس لیے منشی صاحب نے آپ کو وہاں جانے سے مستثنیٰ کر دیا۔ نتیجتاً، آپ نے گھر پر رہ کر ہی مطبع کا کام سنبھال لیا۔ صرف یہی نہیں، بلکہ منشی صاحب آپ کی راحت کا بھی خیال رکھتے اور آپ کے لطف و آرام کے لیے حقہ نوشی کے واسطے تمباکو وغیرہ بھجوا دیا کرتے تھے۔[10]

مولانا نے فتاویٰ عالمگیری کے ترجمے کے مقدمے میں منشی نول کشور کی قدر و منزلت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ ایک دریا دل اور عالی ہمت شخصیت نے اس کام کی طرف توجہ دی اور بھرپور شوق و محنت سے اس کا ترجمہ مکمل کرایا۔ دعا کی گئی کہ جیسے سلطان عالمگیر کا نام اس فتاویٰ کی بدولت زندہ ہے، ویسے ہی اس ترجمے کے سبب منشی نول کشور کا نام بھی ہمیشہ قائم رہے۔ [11]

ڈاکٹر انوار الحسن کے مطابق، منشی نول کشور مولانا کا بے حد احترام کرتے تھے اور اپنی مصروفیات کے باوجود مہینے میں ایک دو بار ان سے ملاقات کے لیے آتے۔ نول کشور پریس میں ملازمت کے دوران مولانا کو حجاز مقدس کا سفر درپیش ہوا، جس پر منشی نول کشور نے نذرانے کے طور پر ایک معقول رقم پیش کی۔ اگرچہ اس واقعے کی درست تاریخ معلوم نہیں، لیکن یہ لازمی طور پر ان کی وفات (فروری 1895ء) سے پہلے کا ہے۔ یہ تعلق اس بات کا ثبوت تھا کہ ان کے درمیان محض رسمی نہیں بلکہ گہرا اور باہمی احترام پر مبنی رشتہ تھا۔ [12]

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی آب و ہوا موافق نہ آنے کی وجہ سے آپ بیمار پڑ گئے، اور آپ کا بڑا بیٹا بھی وہیں وفات پا گیا۔ طبیبوں کے مشورے پر آپ ہندوستان واپس آگئے، لیکن اس واقعے کو ہمیشہ افسوس کے ساتھ یاد کرتے رہے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ انصاری حکومت سے نالاں ہو کر بیت اللہ کے جوار میں پناہ لی، مگر تقدیر میں وہاں بھی سکون میسر نہ تھا۔

یہ واضح کرنا مشکل ہے کہ آپ حجاز مقدس کب گئے اور کب واپس آئے۔ عبدالرزاق ملیح آبادی کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان واپسی پر آپ نے دوبارہ مطبع نول کشور سے رابطہ کیا، اور مالکان نے آپ کو سابقہ ملازمت پر بحال کر دیا، جہاں آپ پنشن تک خدمات انجام دیتے رہے۔[13]

مولانا عبد الحی حسنی نے واپسی کے بعد ملازمت کی بحالی کا ذکر نہیں کیا، لیکن قرین قیاس ہے کہ ایسا ہی ہوا ہوگا، کیونکہ مطبع نول کشور آپ کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا اور آپ کی کئی اہم کتابیں وہیں سے شائع ہو رہی تھیں۔ ایسے میں آپ جیسے صاحبِ علم کا مطبع سے مکمل طور پر الگ رہنا ممکن نہیں لگتا۔ البتہ، یہ امکان موجود ہے کہ ملازمت کا دورانیہ مختصر رہا ہو یا کام کی نوعیت تبدیل ہو گئی ہو، اسی وجہ سے عبدالحی حسنی نے اس کا ذکر ضروری نہ سمجھا ہو۔

## دار العلوم ندوۃالعلماء لکھنؤ سے تعلق۔

لکھنؤ میں مطبع نول کشور کے ساتھ طویل عرصے تک وابستہ رہنے کی وجہ سے، آپ برصغیر کے مسلمانوں کی اصلاح اور دینی علوم کی ترویج کے لیے کی جانے والی کاوشوں، خصوصاً ندوۃ العلماء کی تحریک، اس کے قیام اور مقاصد سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ کے اپنے شہر لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء (١٨٩٨ء) جیسے عظیم ادارے کا قیام عمل میں آیا، اور ایک مخلص اور عملی شخصیت ہونے کے ناطے، آپ اس ادارے سے بے تعلق نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ، جب آپ کو معلوم ہوا کہ دارالعلوم کو آپ کی خدمات درکار ہیں، تو آپ نے بلا تاخیر اپنی خدمات پیش کر دیں۔ [14]

دار العلوم کے پندرہ رکنی عملے میں آپ کو مدرس اول اور مہتمم کے طور پر مقرر کیا گیا، اور آپ نے اس ذمے داری کو آخری لمحے تک احسن طریقے سے نبھایا۔ ندوۃ العلماء کے اجلاس، جو 1917ء (1314ھ) میں پونہ میں منعقد ہوا، میں آپ کی تقرری کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

دار العلوم میں پہلے ہی کئی معاملات بہتر نظم و ضبط کے متقاضی تھے، جن میں سب سے اہم ضرورت ایک باصلاحیت شخصیت کو پرنسپل کے طور پر تعینات کرنا تھی۔ شمس العلماء مولوی مفتی محمد عبداللّٰہ صاحب ٹونکی نے اپریل 1914ء میں دار العلوم کو خیرباد کہا، جس کے بعد سے یہ منصب خالی تھا، اور بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر کسی اور کو مقرر نہیں کیا جا سکا۔ اس سال انتظامیہ کے نگرانوں کی نظر مولانا سید امیر علی صاحب پر پڑی۔ ہمیں اپنے اس فیصلے پر بے حد خوشی ہے کیونکہ مولانا علمی و فکری لحاظ سے برصغیر کے نمایاں علماء میں شمار کیے جاتے ہیں، خاص طور پر وہ حدیث، فقہ اور دیگر دینی علوم میں غیرمعمولی مہارت رکھتے ہیں۔ [15]

ندوۃ العلماء کے اہتمام کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد، آپ نے اس علمی مرکز کی ترقی اور استحکام کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ساتھ ہی، برصغیر کے دور دراز علاقوں میں ہونے والے اس کے اجتماعات میں شرکت کرکے اس کے نظریات اور مقاصد کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کی کوشش کی۔چنانچہ آپ کے دور میں ہونے والا پہلا اجلاس، جو اپریل 1917ء میں مدراس میں منعقد ہوا— یعنی ندوۃ العلماء کا سولھواں سالانہ اجتماع— جس کی صدارت شاہ محمد سلیمان پھلواری نے کی، اس میں برصغیر کے ممتاز علما کے ہمراہ آپ بھی موجود تھے اور اجلاس کی کارروائی میں بھرپور دلچسپی لی[16]۔

اسی طرح، ندوۃ العلماء کا سترہواں سالانہ اجتماع مارچ 1918ء میں جوناگڑھ میں ہوا، جس کی قیادت مولانا حبیب الرحمن شروانی نے کی۔ اس مجلس میں بھی آپ دیگر جید علما کے ساتھ شریک ہوئے اور وہاں پیش کی جانے والی علمی و تعلیمی تجاویز پر اظہار خیال کیا۔[17]

## سیاسی حالات اور سیاسی بیداری:

سید امیر علی آبادی کا دور برطانوی حکومت کے تسلط کے دوران تھا، جب 1857 کی جنگ آزادی کے بعد ہندوستان میں سیاسی بیداری کی لہر دوڑ گئی تھی۔ آپ نے برطانوی حکومتی استبداد کے خلاف آواز اٹھائی اور مسلمانوں میں سیاسی شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی تحریروں اور گفتگو نے مسلمانوں کو ایک نئی راہ دکھائی۔ اس دور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام نے مسلمانوں کی سیاسی بیداری کو مزید تقویت دی۔

## 1875ءکی جنگ آزادی اور اس کے اثرات:

1857 کی جنگ آزادی ہندوستان کی تاریخ کا ایک سنگ میل تھی۔ اس بغاوت میں ہندوستان کے مختلف حصوں میں عوام نے برطانوی حکام کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ دہلی میں انقلابی حکومت قائم کی گئی، لیکن برطانوی افواج نے جلد ہی دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس جنگ نے برطانوی حکومت کو ہندوستانی عوام کی مزاحمت کا مقابلہ کرنے کے لیے مزید سخت اقدامات کرنے پر مجبور کیا۔[18]

## خلافت تحریک اور رولیٹ ایکٹ:

اس تحریک میں برطانوی حکومت نے رولیٹ ایکٹ منظور کیا، جس کے تحت ہندوستانیوں کی آزادی کو مزید محدود کیا گیا۔ خلافت عثمانیہ کی تقسیم 1919ءکا منصوبہ مسلمانوں کے لیے ایک بڑا دھچکا تھا، اور اس کے ردعمل میں تحریک خلافت شروع ہوئی۔ اس کے بعد جلیانوالہ باغ میں پیش آنے والا سانحہ برطانوی حکومت کے خلاف عوامی غصے کا نتیجہ تھا۔[19]

## وفات اور وراثت:

مولانا سید امیر علی آبادی کا انتقال 26 اپریل 1919 کو لکھنؤ میں ہوا۔ ان کی وفات نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک عظیم نقصان پیدا کیا، لیکن ان کی علمی خدمات آج بھی زندہ ہیں۔ آپ نے جو علمی وراثت چھوڑی، وہ آج بھی مسلمانوں کی رہنمائی کا ذریعہ ہے[20]۔

## دینی مسائل سے ناواقفیت اور عیسائیت کی ترویج:

نوآبادیاتی دور میں مسلمانوں کے دین سے دوری کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ اس دوران، مسلمانوں کو عیسائیت اختیار کرنے کی ترغیب دینے کے لیے مختلف طریقے اپنائے گئے ۔ سرکاری مجالس میں عیسائی پادری عیسائیت کی تبلیغ کرتے اور مسلمانوں کو سرکاری ملازمتیں دینے کا لالچ دے کر ان کو عیسائی بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس وقت عیسائیت کی ترویج کے لیے ہفتے میں ایک بار سرکاری سطح پر مجالس منعقد کی جاتی تھیں[21]۔

## مسلمانوں کے دینی مبلغین کی جدوجہد:

ان حالات میں، مسلمانوں کے دینی مبلغین نے اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا اور قرآن و دین کی تبلیغ کے لیے مستقل مجالس کا انعقاد کیا جو مہینوں تک جاری رہیں[22]۔

## دینی مدارس اور قدیم نصاب:

برصغیر میں دینی مدارس مسلمانوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے تھے۔ تاہم، قدیم نصاب کی بنا پر بعض مشکلات بھی پیش آ رہی تھیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے مطابق، بعض عربی کتب تعلیم کو آسان بنانے کے بجائے مشکل بنا رہی تھیں[23]۔

## درس نظامی کے نصاب میں عدم توازن:

علامہ شبلی نعمانی نے درس نظامی کے نصاب پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس میں شامل کئی کتابوں کا نصاب سے کوئی تعلق نہیں تھا، جس کی وجہ سے تعلیم میں عدم توازن پیدا ہوا[24]۔

## مذہبی اختلافات اور تصنیفات:

اس دور میں مسلمانوں میں مذہبی اختلافات بڑھ گئے تھے، جس کے نتیجے میں مناظرے اور ایک دوسرے کی تردید پر مبنی تصنیفات کا سلسلہ جاری رہا، جس سے مذہبی منافرت کو فروغ ملا۔

## دینی مدارس کی اہمیت:

اس دور میں کئی اہم دینی مدارس قائم ہوئے، جیسے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنو، اور دار العلوم دیوبند۔ ان مدارس نے دین کی خدمت کے لیے بڑے علماء، محدثین اور مشائخ تیار کیے[25]۔

## مولانا امیر علی کے شاگرد:

مولانا امیر علی کے شاگردوں میں سے کئی افراد نے اسلامی دنیا میں اہم مقام حاصل کیا۔ ان میں سے تین شاگردوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنھوں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔

## مولانا عبد الحئی حسنی :

مولانا عبد الحی حسنی ایک مشہور عالم اور ادیب تھے۔ انہوں نے ندوۃ العلماء کے ناظم کے طور پر کئی اہم خدمات انجام دیں اور مختلف علمی تصنیفات بھی لکھیں[26]۔

## مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی:

مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی نے ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی اور مصر و ترکی میں بھی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں انہوں نے درس حدیث شروع کیا اور مختلف صحافتی خدمات سرانجام دیں[27]۔

## مولانا سید امیر علی آبادی کا اخلاق:

مولانا سید امیر علی آبادی کی شخصیت نہ صرف علمی اعتبار سے ممتاز تھی، بلکہ ان کے اخلاق بھی بے نظیر تھے۔ آپ نے ہمیشہ سادگی اور اخلاص کو ترجیح دی اور اپنے علم و اخلاق کے ذریعے مسلمانوں میں اتحاد کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ آپ کا یہ نظریہ تھا کہ انسانوں کے درمیان اختلافات نہیں ہونے چاہئیں اور وہ سب ایک دوسرے کی عزت کریں۔

آپ کو غیبت اور بدگمانی سے بے حد نفرت تھی۔ حتیٰ کہ بعض اوقات درست بات کہنے میں بھی تردد محسوس کرتے، اس خوف سے کہ کہیں غیبت میں شمار نہ ہو جائے۔

جب آپ دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مقرر ہوئے تو آپ کی ذمہ داریاں کئی گنا بڑھ گئیں۔ تدریس کے ساتھ انتظامی امور بھی آپ کے فرائض میں شامل ہو گئے، جبکہ طلبہ کے مسائل الگ سے درپیش تھے۔ اکثر طلبہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے آپ سے قرض لیتے۔ گھریلو اخراجات، خصوصاً دودھ خریدنے کے معاملے میں دھوکہ دہی عام تھی، لیکن آپ ہمیشہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے اور طلب کردہ قیمت ادا کر دیتے۔

ایک بار کسی نے آپ کو مشورہ دیا کہ ریاست حیدرآباد (دکن) کا سفر کریں تاکہ وہاں کے امراء کی مدد سے مالی حالات بہتر ہو سکیں، مگر بار بار کے اصرار پر آپ نے صرف اتنا کہا: "عمر بھر خدا کے در پر جھکے رہے، اب آخر عمر میں مخلوق کے آگے ہاتھ کیسے پھیلائیں؟[28]

## مولانا سید امیر علی آبادی کی اولاد:

مولانا سید امیر علی آبادی کی اولاد میں ایک بیٹا سید احمد اور ایک بیٹی سلمیٰ بیگم تھیں۔ آپ کی بیٹی سلمیٰ بیگم بھی علم و ادب کی ایک ماہر شخصیت تھیں، جبکہ آپ کے بیٹے سید احمد نے سول انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی[29]۔

## تصانیف:

مولانا سید امیر علی آبادی کی سب سے اہم تصنیف "تفسیر مواہب الرحمن" ہے، جو اردو کی ایک عظیم تفسیر ہے۔ اس تفسیر میں آٹھ ہزار چھ سو پینتیس صفحات شامل ہیں، اور یہ پہلی بار 1896ء میں شائع ہوئی[30]۔سید امیر علی آبادی ایک معروف فقیہ، مفسر اور مترجم تھے جنہوں نے کئی اہم علمی کام انجام دیے۔ ان کی تصنیفات اور ترجمے نہ صرف فقہ اور حدیث میں اہمیت رکھتے ہیں بلکہ ان کا کام علوم اسلامی کے مختلف شعبوں میں بھی نمایاں ہے۔ یہاں ہم ان کی بعض اہم تصنیفات اور ان کے اثرات پر روشنی ڈالیں گے۔

1.0 : ۔عین الہدایہ کا اردو ترجمہعین الہدایہ ایک مشہور عربی فقہی کتاب ہے جسے علامہ برہان الدین المرغینانی نے تصنیف کیا۔ سید امیر علی آبادی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا جس میں انہوں نے 118 صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ بھی لکھا۔ اس ترجمے کی اہمیت اس بات میں ہے کہ اس کے ذریعے اردو جاننے والے افراد کو عربی فقہ کا مواد آسان زبان میں دستیاب ہوا۔ تاہم، اس کتاب کا ابتدائی سنِ طباعت ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔

2.0 ۔تفسیر مواہب الرحمن میں ذکر: سید امیر علی آبادی نے تفسیر مواہب الرحمن میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ "مترجم کہتا ہے کہ دیگر آداب معین الہدایہ و فتاوی ہندیہ کی کتاب 'الکراہۃ و آداب' سے تلاش کرو" (مواہب الرحمن، ص 56)۔ اس اقتباس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ الہدایہ اور فتاوی ہندیہ کی اشاعت 1889ء کے قریب ہوئی ہو گی، جو تفسیر مواہب الرحمٰن کی اشاعت سے پہلے کا دور تھا۔

3.0 ۔الحاشیہ التوشیح(عربی)سید امیر علی آبادی نے علامہ صدر الشریعہ الاصغر کی اہم فقہی کتاب "تنقیح الاصول" پر ایک حاشیہ لکھا جس کا نام "التوضیح والتلویح" تھا۔ اس حاشیہ کا مقصد کتاب کی پیچیدہ باتوں کو آسان اور واضح کرنا تھا۔ یہ حاشیہ مطبع نول کشور سے شائع ہوا اور اس نے فقہ کے طالب علموں کے لیے ایک اہم علمی ذریعہ فراہم کیا۔

4.0 ۔حاشیہ علی تقریب التہذیب(عربی)تقریب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی کی ایک اہم کتاب ہے جس میں راویوں کے اسما اور ان کی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سید امیر علی آبادی نے اس کتاب پر "التعقیب التقریب" کے نام سے ایک حاشیہ لکھا۔ یہ حاشیہ بھی مطبع نول کشور سے شائع ہوا اور اس نے اس اہم کتاب کی تشریح میں مزید وضاحت فراہم کی۔

5.0 ۔المستدرک فی الرجال(عربی)سید امیر علی آبادی نے اپنی وفات سے ایک سال قبل علامہ سمعانی کی کتاب "الانساب" پر کام شروع کیا تھا، جس کا مقصد مشہور راویوں کے حالات کے علاوہ دیگر راویوں کی زندگی اور ان کے احوال جمع کرنا تھا۔ اس کتاب کا نام "المستدرک فی الرجال" رکھا گیا اور اس میں حدیث کے راویوں کی مزید تحقیق کی گئی۔

6.0 (۔التذنیب لتقعیب التقریب(عربی‌یہ کتاب امام ابن حجر عسقلانی کی تصنیف "التقریب التہذیب" کے آخر میں ایک اہم اضافہ تھی۔ سید امیر علی آبادی نے اس کتاب میں اصول حدیث کی اصطلاحات کی وضاحت کی، جو حدیث کے علم میں نئی روشنی ڈالنے کے لیے اہم تھی۔

7.0 : ۔انبیاء کے معجزات پر مستقل کتابچہسید امیر علی آبادی نے انبیاء کے معجزات پر بھی ایک مستقل کتابچہ لکھا تھا، جو خاص طور پر اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ ان معجزات کا مقصد انسانوں کی رہنمائی کے لیے تھا۔

## ۔علامہ ابوالفیض فیضی کی تفسیر پر مقدمہ:

علامہ ابوالفیض فیضی کی تفسیر "سواطع الالہام" پر سید امیر علی آبادی نے ایک مقدمہ لکھا۔ یہ مقدمہ بے نقط الفاظ پر مشتمل تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اسے بھی بے نقط لکھا گیا تھا، جو اس وقت کی ایک نایاب خصوصیت تھی۔

سید امیر علی آبادی کی علمی خدمات کا دائرہ وسیع تھا اور انہوں نے اسلامی علوم کے مختلف شعبوں میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی تصنیفات اور ترجمے آج بھی فقہ، حدیث، اور تفسیر کے طلبہ کے لیے اہم مطالعاتی مواد فراہم کرتے ہیں۔ ان کی کتابوں کی اشاعت نے اردو زبان میں اسلامی فقہ اور علوم کو فروغ دیا اور ان کی خدمات کو ایک نئے علمی معیار کے طور پر تسلیم کیا گیا۔

## فتاویٰ عالمگیری (اردو ترجمہ)

فتاویٰ عالمگیری کا اردو ترجمہ بھی آپ کے قابل ذکر کاموں میں شمار ہوتا ہے، جو مطبع نول کشور سے شائع ہوا۔ تاہم، یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس کے پہلے حصے کا ترجمہ مولوی احتشام الدین (وفات: 1313ھ) اور دیگر حضرات نے کیا، جبکہ "کتاب الزکوٰۃ" سے لے کر آخر تک کا ترجمہ آپ کی کاوش ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ ابتدائی باقی ماندہ حصہ بھی آپ کے قلم سے منتقل ہو کر منظر عام پر آئے۔

آپ نے اس کتاب کے لیے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا، جو تقریباً 248 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ تصنیف پہلی مرتبہ اکتوبر 1889 میں مطبع نول کشور سے طبع ہوئی، جبکہ مارچ 1931 میں اسی مطبع سے اس کا ایک اور ایڈیشن شائع ہوا۔ بعد ازاں، برصغیر پاک و ہند میں اس کے کئی ایڈیشن طبع ہوتے رہے

## حوالہ جات


1. ۔شجرہ نسب سید امیر ملیح آبادی،مملوکہ سید سعید احمد۔ ناظم آباد کراچی
2. 2۔امیر علی،ملیح آبادی ،سید،مولانا،"التو شیح حاشیۃ التوضیح التلویح"،مطبع نول کشور لکھنؤ،ص694
3. ۔ امیر علی،ملیح آبادی ،سید،مولانا ،"تفسیر مواہب الرحمٰن"، مطبع نول کشور لکھنؤ،جلد 13،ص219
4. ۔نزھة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر" (ج8، ص84) تأليف عبد الحی بن فخر الدين الحسنی الطالبی، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى، 1420ھ/1999م۔
5. ۔ شجرہ نسب سید امیر علی آبادی،مملوکہ سید سعید احمد،ص8
6. ۔نزہۃ الخواطر،جلد8،ص85
7. ۔اردو دائرۃ معارف اسلامیہ،دانش گاہ پنجاب لاہور(1404ء/1984ء) ج20،ص193
8. ۔سیرت مولانا محمد علی مونگیری،ص115،116۔ص119،120۔ص199،200
9. ۔ نزھتہ الخواتر،جلد8،ص75
10. ۔ ماہنامہ صبح سعادت،لاہورص 10
11. ۔:امیر علی ملیح آبادی، سید ، مولانا فتاوی ہندیہ مترجم ، مطبع نول کشور لکھنو ( طبع ماہ مارچ ۱۹۳ ء ) خاتمۃ الطبع ص20
12. ۔ ماہنامہ صبح سعادت ،ص6
13. ۔ ماہنامہ صبح سعادت لاہور،7
14. ۔ حیات عبد الحئ،ص198۔199

15. ۔ خان شمس تبریز ، مولوی تاریخ ندوة العلماء دفتر نظامت ندوة العلماء لکھنو ( ۱۹۸٤ ء ) حصہ دوم ص ۱۷٦ -۱۷۸

16. ۔ تاریخ ندوة العلماء،حصہ دوم،ص192

17. ۔ تاریخ ندوة العلماء،حصہ دوم،ص276

18. دہلی،(1982ء)ص333

19. ۔ دیوبندی، سید اصغر حسین، حیات شیخ الہند، ادارہ اسلامیات، لاہور (1977ء)، ص 44-45۔

20. ۔اردو دوئرہ معارف اسلامیہ،زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور(1392ء/1972ء)جلد 9،ص423

21. ۔"اسباب بغاوت ہند"، ص 40-45۔

22. ۔ مولانا ابوالکلام آزاد، "مولانا آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی"، مکتبہ خلیل، اردو بازار لاہور، ص 99-100۔

23. ۔ مولوی حیدر شاہ محمد، "اذکار ابرار"، آستانہ عالیہ کاظمیہ کاکوری شاہی، لکھنو، 1357ھ، ص 337۔

24. ۔ مولانا ابوالکلام آزاد، "خطبات"، مرتبہ مالک رام، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور، ص 314۔

25. تعلیم اور عصری تقاضے"، افضلی سنز پرائیویٹ، کراچی، 2002ء، ص 43-47۔

26. ۔ محمد سعید الرحمن علوی، "فضلائے مظاہر علوم سہارن پور کی صحافتی خدمات"، مجلہ المعارف، لاہور، جولائی-اگست 1987ء، ص 91۔

27. ۔ شاہ جہان پوری، "تحریک نظم جماعت نذیر"، لاہور، 1977ء، ص 177-178۔

28. ۔ سید امیر علی آبادی، تفسیر مواہب الرحمن سورہ فاتحہ، صفحہ 36۔

29. ۔ گلزار یمن، ص 146-147۔

30. ۔ مواہب الرحمن، جلد 30، ص 854۔280

## References


[1] Genealogical Tree of Syed Amir Malihabadi. Owned by Syed Saeed Ahmad, Nazimabad, Karachi.

[2] Malihabadi SMA. Al-Tawshiḥ: Commentary on Al-Tawḍīḥ wa Al-Talwīḥ. Lucknow: Nawal Kishore Press; p. 694.

[3] Malihabadi SMA. Tafsir Mawahib al-Rahman. Vol. 13. Lucknow: Nawal Kishore Press; p. 219.

[4] Al-Hasani al-Talibi AH ibn FD. Nuzhat al-Khawatir wa Bahjat al-Masamih wa al-Nawazir. 1st ed. Beirut: Dar Ibn Hazm; 1999. Vol. 8, p. 84.

[5] Genealogical Tree of Syed Amir Ali Abadi. Owned by Syed Saeed Ahmad; p. 84.

[6] Al-Hasani al-Talibi AH ibn FD. Nuzhat al-Khawatir. Vol. 8, p. 85.

[7] Urdu Encyclopaedia of Islam. Lahore: University of the Punjab; 1984. Vol. 20, p. 193.

[8] The Biography of Maulana Muhammad Ali Mongiri. p. 115–116, 119–120, 199–200.

[9] Al-Hasani al-Talibi AH ibn FD. Nuzhat al-Khawatir. Vol. 8, p. 75.

[10] Monthly Magazine Subh-e-Saadat. Lahore; p. 10.

[11] Malihabadi SMA. Fatwa-e-Hindiya (Translated). Lucknow: Nawal Kishore Press; March 193 CE Edition. End of Printing, p. 20.

[12] Monthly Subh-e-Saadat. p. 6.

[13] Monthly Subh-e-Saadat. Lahore; p. 7.

[14] Hayat Abdul Hai. p. 198–199.

[15] Tabriz MK Shams. Tareekh Nadwatul Ulama. Part II. Lucknow: Daftar Nizamat Nadwatul Ulama; 1984. p. 176–178.

[16] Tareekh Nadwatul Ulama. Part II, p. 192.

[17] Tareekh Nadwatul Ulama. Part II, p. 276.

[18] Joshi PC. Inqilab 1857. New Delhi: Taraqqi Urdu Bureau; 1982. p. 333.

[19] Deobandi SAH. Hayat Sheikh-ul-Hind. Lahore: Idara-e-Islamiyat; 1977. p. 44–45.

[20] Urdu Daira-e-Maarif-e-Islamiya. Lahore: University of the Punjab; 1972. Vol. 9, p. 423.

[21] Asbab-e-Baghawat-e-Hind (The Causes of the Indian Rebellion). p. 40–45.

[22] Azad MAK. Maulana Azad Ki Kahani Khud Azad Ki Zabani. Lahore: Maktabah Khalil, Urdu Bazaar; p. 99–100.

[23] Muhammad MHS. Azkar-e-Abrar. Lucknow: Astana Aaliya Kazmiya Kakori Shahi; 1357 AH. p. 337.

[24] Azad MAK. Khutbat (Sermons). Compiled by Malik Ram. Lahore: Islamic Publishing House; p. 314.

[25] Taqadri HDH Mian. Deeni Madaris, Nisab-o-Taleem aur Asri Taqazay. Karachi: Afzali Sons Private Ltd.; 2002. p. 43–47.

[26] Alavi MS. Fazala-e-Mazahir Uloom Saharanpur Ki Sahafati Khidmaat. Majalla Al-Maarif. Lahore; Jul-Aug 1987. p. 91.

[27] Jahanpuri S. Tehreek-e-Nizam-e-Jamaat Nazir. Lahore; 1977. p. 177–178.

[28] Abadi SAA. Tafseer Mawaheb-ur-Rahman. Surah Al-Fatiha; p. 36.

[29] Gulzar-e-Yemen. p. 146–147.

[30] Mawaheb-ur-Rahman. Vol. 30, p. 280, 854.